گستاخِ رسول اور مرتد کی شرعی سزا

مؤلفہ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ
بانی: جامعہ حقانیہ ساہیوال (سرگودھا)
سابق صدر: مجلس صیانۃ المسلمین ساہیوال سرگودھا

فقیہ العصر حضرت مفتی عبدالشکور ترمذیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الانسداد لفتنۃ الارتداد

گستاخ رسول کی شرعی سزا

حمد وصلوۃ کے بعد تمام مسلمانانِ عالم کی خدمت میں گذارش ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نبی کریم اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی ذوات مقدسہ پر ایمان وعقائد رکھنا ایمان کے ان اصولی اور بنیادی مسائل میں سے ہے جن کے بغیر مومن ومسلمان نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ہر عیب اور نقص سے پاک اعتقاد کرنا ایمان کیلئے ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کا مدعی ہے مگر وہ ان ذوات مقدسہ پر کسی طرح کی تہمت تراشی کرتا یا ان کی شانِ اقدس میں عیب لگاتا یا ان کی توہین اور گستاخی کو جائز سمجھتا ہو یا ان کی ایذاء کا مرتکب ہوا ہو تو وہ اسلام سے خارج اور مرتد واجب القتل ہو جاتا ہے اور اس کا زبانی دعویٰ اسلام اس کے کچھ کام نہیں آتا، نہ ہی یہ دعویٰ اسلام اس کو سزائے ارتداد سے بچا سکتا ہے اس لئے کہ اسلام میں رسول کی حیثیت مرکزی ہے تمام اسلامی عقائد واعمال کا سرچشمہ اور منبع رسول ہی ہے، رسول کے لائے ہوئے تمام

احکام کی دل سے تصدیق کرنے کا ہی نام ایمان ہے، جب نام ہے تصدیق کا تو رسول کی گستاخی اور استہزاء کے ساتھ ایمان کیسے باقی رہ سکتا ہے، اللہ اور اس کے سول کی گستاخی اور توہین کا مرتکب ایمان سے خارج اور مرتد ہو جاتا ہے اور امت مسلمہ کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے مذاہب اربعہ کے علماء محققین نے اس پر مستقل رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔

چنانچہ علامہ قاضی محمد عیاض مکی کی الشفاء فی تعریف حقوق المصطفےٰ، علامہ ابن تیمیہ حنبلیؒ کی الصارم المسلول علی شاتم الرسول، علامہ السبکی الشافعیؒ کی السیف المسلول علی من سب الرسول، علامہ محمد امین الشہیر بابن عابدین حنفیؒ کی تنبیہ الولاۃ والحکام علی شاتم خیر الانام او احد اصحاب الکرام، اس سلسلہ کی مشہور و معروف کتابیں ہیں اہل علم کیلئے اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ از بس ضروری اور مفید ہے، شاتم رسول اور سب کرنے والے کے بارے میں ان کتابوں میں تفصیلی کلام کیا گیا ہے اور اس کے مرتد ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، پھر مرتد کی سزا قتل قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں بتلائی ہے۔

مرتد کی سزائے قتل کے بارہ میں شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے الشہاب رجم الخاطف المرتاب اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان نے ''طریق السداد فی عقوبۃ الارتداد'' اور ''کفر و ایمان قرآن کی روشنی میں'' اور مولانا محمد ادریسؒ سابق شیخ التفسیر دار العلوم دیوبند نے اپنے رسالہ ''احسن البیان''

وغیرہ میں کافی دلائل جمع کر دیئے ہیں ایک طالب حق کیلئے ان کا مطالعہ کافی ہے۔

ہم نے اپنی اس تحریر کی ترتیب میں دوسری کتابوں کے علاوہ ان کتابوں پر اعتماد کر کے ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔

سبب ترتیب

شاتم رسول سلمان رشدی کی کتاب ''شیطانی آیات'' کے چند اقتباسات میرے پاس بطور استفتاء آئے جن میں ہادی انسانیت سرور عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، امہات المومنین قرآن مجید، صحابہ کرامؓ کی ذات گرامی پر ازراہِ خباثت نہایت گستاخانہ اور شرمناک حملے کئے گئے ہیں اس کتاب سے تمام عالم اسلام کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں اور مسلمانانِ عالم رشدی کے خلاف سراپا احتجاج بن گئے ہیں، اس کتاب میں صرف مسلمانوں کے ہی جذبات کو مجروح نہیں کیا گیا بلکہ یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے متفقہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی نعوذ باللہ ''حرامی'' (۹۵) کہہ کر مسلمانوں کے ساتھ تمام یہودیوں اور عیسائیوں کے جذبات کو بھی مجروح اور مشتعل کر دیا ہے۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرون وسطیٰ کے ہتک آمیز نام ''مہونڈ'' سے پکارا گیا ہے جس کا مطلب نعوذ باللہ، شیطان یا جھوٹا نبی ہے (۹۵) اور آپ کے متعلق یہ فقرے استعمال کئے گئے ہیں:

وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس نیک وبد میں امتیاز کرنے کیلئے

وقت نہیں (۳۶۳)

اپنی بیوی کی وفات کے بعد مہوند کوئی فرشتہ نہیں رہا آپ میرا مطلب خود ہی سمجھ لیجئے (۳۶۶)

اسے جو وحی آتی وہ اس کے اپنی غرض کے لحاظ سے ''برووقت'' ہوتی یعنی ایسے وقت جبکہ مومنین آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے (۳۶۴)

صحابہ کرامؓ کو نام لے کر ''احمق'' اور ناکارہ کیا گیا (۱۵۱)

طوائفوں اور فاحشاؤں کو پیغمبر خدا کی ازواج مطہراتؓ کے نام دے کر ایک قحبہ خانہ میں پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں دل کھول کر ادبی مغلظات کی گئی ہیں (۳۸۱،۵۲،۸۳)

اسلام کے متبرک شہر کو ''جاہلیت'' کے نام سے پکارا گیا ہے یعنی جہالت اور تاریکی کا گھر (۹۵)

مسلمانوں کا خدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کاروباری تاجر ہے اور اسلامی شریعت تو ہر ذلیل سے ذلیل چیز میں گھسی ہوئی ہے (۳۶۴)

اغلام بازی اور مجامعت کے خصوصی آسن کی خود جبرئیل امین نے توثیق کر رکھی ہے (۳۶۴)

رشدی کے جرم کی مکمل تصویر تو اس کی مذکورہ کتاب کے پڑھنے اور سمجھنے سے ہی سامنے آ سکتی ہے مگر مندرجہ بالا اقتباسات کو سامنے رکھ کر بھی اس کے جرم

اوراس کی سزا کا تعین قرآن وسنت اور فقہاء اسلام کے حوالوں سے ہوسکتا ہے، اس کے جرم کی شناخت اور تصحیح کیلئے اس کی کتاب کے مذکورہ حوالہ جات بھی کافی ہیں، اگر چہ اس تحریر کی ترتیب وتالیف کا سبب ''رشدی'' کی کتاب مذکور کے منقولہ اقتباسات ہیں اور اس کے گستاخانہ الفاظ اس کا باعث ہیں مگر ہم نے مناسب سمجھا کہ پہلے اصولی طور پر یہ بتلائیں کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں کفر وایمان کی حقیقت کیا ہے، مسلمان کس کو کہتے ہیں اور کافر کس کو؟

یہ ایسا اصولی مسئلہ ہے کہ اگر اس کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو دور حاضر کے رشدی کے فتنہ سمیت تمام ملحدانہ فتنوں، قادیانی، نیچری، پرویزی وغیرہ وغیرہ کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے اور کسی مسلمان کو بھی رشدی جیسے ملحد کے جرم وسزا کی صحیح اسلامی شرعی حیثیت سمجھنے اور اس کے متعین کرنے میں کسی قسم کی دقت محسوس نہ ہو۔

جس طرح یہ تحریر رشدی فتنہ کی قباحت وشناعت اور اس کے کفر والحاد کے سمجھنے کیلئے کارآمد ہے اسی طرح یہ تحریر ہر ملحد اور فتنہ گر کے کفر والحاد کو طشت ازبام کرنے اور اس کی شرعی حیثیت سمجھنے کیلئے معین ومفید ہے، اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اصولی مسئلہ ''ایمان وکفر کی حقیقت'' کی طرف سامعین کی توجہ منعطف کرنا چاہتے ہیں امید ہے کہ وہ اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کر کے ایسے تمام فتنوں سے اپنے اسلام کی حفاظت کریں گے۔ اور جو شخص بھی ملحدانہ تقریر وتحریر سے اپنی کفریات کو پیش کرے گا اس کے دام فریب میں نہیں آئیں گے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ایمان اور اسلام کی تعریف

اسلام کے لغوی معنی

لفظ ایمان امن اور امانت سے مشتق ہے لغت میں ایمان ایسی خبر کی تصدیق کو کہتے ہیں کہ جس کا ہم نے مشاہدہ نہ کیا ہو اور محض خبر کی امانت اور صداقت کے بھروسہ پر اس کو تسلیم کرلیا ہو۔

مثلاً اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کی خبر دے تو اس کے جواب میں صدقنا اور سلمنا کہا جاسکتا ہے لیکن امنا نہیں کہا جاسکتا اس لئے کہ طلوع شمس محسوس اور مشاہد ہے، ایمان کا اطلاق لغت میں غائب اور غیر محسوس چیزوں کی تصدیق کیلئے بولا جاتا ہے، محسوس اور مشاہد چیزوں کے ماننے کو مطلق تصدیق کہیں گے، مگر ایمان نہ کہیں گے۔

ایمان کے اصطلاحی شرعی معنی

اصطلاح شریعت میں انبیاء کرام کے اعتماد اور بھروسہ پر احکام خداوندی اور غیب کی خبروں کی تصدیق کو ایمان کہتے ہیں مثلاً فرشتوں کو بغیر دیکھے محض نبی اور رسول کے اعتماد پر ماننے کا نام ایمان ہے اور موت کے وقت فرشتوں کو آنکھوں سے دیکھ کر ماننا ایمان نہیں، یہ ماننا اپنے مشاہدہ پر مبنی ہے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے اعتماد اور بھروسہ پر نہیں۔

اسلام لغت میں اطاعت اور فرمانبرداری کا نام ہے یا بالفاظ دیگر اپنے کو کسی کے حوالہ اور سپرد کر دینے کا نام اسلام ہے اور اصطلاح شریعت میں نبی برحق کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا نام اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فلاوربك لايومنون حتى يحكموك فيماشجربينهم ثم لايجدوفي انفسهم حرجامماقضيت ويسلم تسليما (پ۵رکوع)

ترجمہ: قسم ہے تیرے پروردگار کی یہ لوگ ہرگز مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپ کو اپنے اختلاف میں حاکم اور منصف نہ بنائیں اور پھر آپ کے فیصلہ کے بعد دل میں کسی قسم کی تنگی اور انقباض نہ پائیں اور دل وجان سے آپ کے فیصلہ کو قبول کرلیں۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے

قال لوان قوماعبدوالله تعالى واقاموالصلوة واتوالزكوة وصامورمضان وحجوالبيت ثم قالوالشي صنعه رسول الله صلى الله عليه وسلم الاصنع خلاف ماصنع اووجدوافي انفسهم حرجالكانوامشركين ثم تلاهذه الاية (روح المعانی ص ۷۱ ج ۵)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اگر کوئی قوم اللہ کی عبادت کرے نماز اور

روزہ حج اور زکوۃ سب ادا کرے اگر کسی کام کے متعلق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یہ کہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا، اس کے خلاف کیوں نہ کیا یا آپ کے کسی حکم سے قلب میں تنگی اور انقباض محسوس کیا تو یہ لوگ باوجود نماز اور روزہ کے کافر اور مشرک کے حکم میں ہیں اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔

آیت مذکورہ اور اس کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ رسالت پر ایمان لانے کی حقیقت یہ ہے کہ رسول کے تمام احکام کو دل سے تسلیم کیا جائے، خدا اور رسول پر ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں کہ خدا اور رسول کو صرف موجود مان لیا جائے یا فقط زبان سے خدا تعالیٰ کی الوہیت اور نبی کی نبوت کا اقرار کیا جائے بلکہ ایمان کے معنی بے چون وچرا اور بے دغدغہ اور بے تردد دل و جان سے تمام احکام کے ماننے کے ہیں۔

رسول کی رسالت کا اقرار کرنا اور اس کی شریعت کو واجب العمل نہ سمجھنا یہ ایسا ہے کہ کوئی شخص حکومت کو تسلیم کرے اور اس کے آئین اور دستور کو واجب العمل نہ سمجھے کہ عقلاء کے نزدیک یہ کھلا ہوا تمسخر نہیں ہے، تمام عقلاء کے نزدیک حکومت کے ماننے کا مطلب ہی یہ کہ اس کے تمام قوانین اور احکام کو تسلیم کیا جائے۔

کفر کی تعریف

کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے جب ایمان کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اس سے کفر کی صورت بھی واضح ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں کو نبی کے

بھروسہ اور اعتماد پر بے چون وچرا تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کو نہ ماننا جو ہم تک قطعی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچا ہو کفر ہے، مطلب یہ ہے کہ جس چیز کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے اس کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر وارتداد ہے۔

کفر کے اقسام

مذکورۃ الصدر ایمان وکفر کی تعریف سے واضح ہوگیا کہ ایمان تمام عقائد ضروری کے مجموعہ کی تصدیق وتسلیم کا نام ہے لیکن کفر کیلئے ان سب چیزوں کی تکذیب یا سب کا انکار ضروری نہیں ہے بلکہ ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار بھی کفر ہی ہے، کیونکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہو اس کا انکار کفر ہے۔

پھر تکذیب کی کئی صورتیں ہیں اس اعتبار سے کفر کے کئی اقسام ہیں، سورۂ بقرہ کی شروع کی آیات میں کفر کی دو قسموں کفر ظاہر اور کفر باطن (نفاق) کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۱) تکذیب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی شخص صراحۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہی تسلیم نہیں کرتا، جیسے یہودی وغیرہ۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ رسول تسلیم کرنے کے باوجود آپ کے کسی قول کی صراحۃً غلط یا جھوٹ کہتا ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ہدایات پر

ایمان لاتا ہے اور بعض کی تکذیب کرتا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ دعویٰ اسلام کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول و فعل کی ایسی تاویل کرے جو قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف ہو۔

کفر زندقہ و الحاد

تکذیب کی یہ چوتھی صورت جس کا نام زندقہ و الحاد ہے درحقیقت نفاق کی ہی ایک قسم ہے اور عام نفاق سے بھی زیادہ اشد اور خطرناک ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جبکہ سلسلہ وحی منقطع ہو گیا اور کسی شخص کے دل میں چھپے ہوئے کفر و نفاق کے معلوم ہونے کا ہمارے پاس کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے تو اب منافق صرف ایسے ہی لوگوں کو کہہ سکتے ہیں جن سے اسلام کا مدعی ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ اقوال یا اعمال ایسے سرزد ہو چکیں جو ان کے باطنی کفر کی غماری کرتے ہوں، زندقہ اور الحاد اس کی ایک مثال ہے۔

حضرت امام مالک فرماتے ہیں

النفاق فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو الزندیق الیوم (تفسیر ابن کثیر ص ۴۹ ج ۱)

اب نفاق کی ایک ہی صورت باقی ہے جس کو زندقہ کہتے ہیں یعنی دعوے اسلام کے ساتھ ساتھ ان سے کچھ ایسے اقوال یا افعال صادر ہوئے ہوں جو ان

کے باطنی کفر کی علامت بن رہے ہوں

چوتھی قسم کی یہ تکذیب چونکہ صاف تکذیب کے رنگ میں نہیں ہوتی اس لئے خود مسلمان بھی اکثر اس میں دھوکہ کھا جاتے ہیں بلکہ اصول دین سے ناواقف بعض لوگ علماء کرام پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کو کافر بناتے ہیں (ایمان وکفر قرآن کی روشنی میں "حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی اعظم پاکستان)

اس الزام کی حقیقت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کسی کو کافر نہیں بناتے اور نہ کوئی کسی کو کافر بنا سکتا ہے کافر تو خود اپنے قول وفعل سے بنتا ہے، البتہ علماء اس کو یہ بتا دیتے ہیں کہ قول اور فعل سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، کافر بنانا علماء کے اختیار میں نہیں اور بتا دینا جرم نہیں۔

اس کی ایسی مثال ہے کہ اگر کوئی وکیل کسی تقریر یا تحریر کے متعلق یہ بتا دے کہ یہ تقریر یا تحریر ملکی قوانین کی رو سے بغاوت اور جرم ہے، تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وکیل نے اس کو باغی بنایا، بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اس نکتہ سے اس وکیل نے بغاوت کو بتا دیا، بالفرض اگر اس وکیل کی رائے صحیح بھی نہ ہو تب بھی یہ وکیل قابل شکریہ ہے کہ اس نے خبردار کر دیا (احسن البیان)

ارتداد کی تعریف

ارتداد کے لغوی معنی لوٹ جانے اور پھر جانے کے ہیں اور اصطلاح

شریعت میں اسلام اور ایمان میں داخل ہونے کے بعد کفر کی طرف لوٹ جانے کو کہتے ہیں، لغت کے امام علامہ راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات میں فرماتے ہیں: وھو الرجوع من الاسلام الی الکفر (ص ۱۹۳) وہ اسلام سے کفر کی طرف پھر جانے کا نام ہے۔

ارتداد کی قسمیں

(۱) ارتداد کی ایک صورت تو یہ ہے کہ علانیہ طور پر مذہب اسلام کو ترک کرکے کسی دوسرے مذہب یہودی وغیرہ کو اختیار کرے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تبدیل مذہب کے بغیر شریعت کے کسی ضروری حکم کا انکار کردے مثلاً نماز یا زکوۃ کی فرضیت کا انکار کردے، یہ بھی ارتداد کی ہی صورت ہے کیونکہ کفر کیلئے ضروری نہیں ہے کہ مذہب بھی تبدیل کرے بلکہ شریعت کے ایک حکم قطعی ضروری کے انکار سے بھی کافر ہوجاتا ہے اگرچہ یہ شخص دوسرے تمام احکامات ضروریہ پر ایمان ویقین رکھتا ہو، اس لئے کہ جو حکم قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے قطعی طور پر ثابت ہوچکا ہے اور وہ ضروریات اسلام میں شمار ہوتا ہے اس کا انکار کرنا انکار رسالت کے مترادف اور ہم معنی ہے، جس طرح کسی حکومت کو تسلیم نہ کرنا بغاوت ہے اسی طرح کسی ایک قانون کا انکار بھی بغاوت ہے اگرچہ وہ اس ایک قانون کے سوا حکومت کے دوسرے تمام احکام اور قوانین کو تسلیم کرتا اور مانتا ہو۔

شیطان ابلیس کا کفر اور ارتداد بھی اسی دوسری قسم کا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا اقرار کرتا تھا اور یارب کہہ کر انظرنی الی یوم یبعثون کی درخواست کر رہا تھا مگر سجدے کے حکم کا انکار کرتا اور اس کو نا قابل عمل سمجھتا تھا اس سے کافر ہو گیا ابی و استکبر و کان من الکفرین اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار کیا اور کافر ہو گیا۔

مطلب واضح ہے کہ اس ایک حکم قطعی ربانی کے انکار سے شیطان کافر ہو گیا جبکہ پہلے مسلمان تھا اور پہلے معلوم ہو چکا کہ اسلام کے بعد کافر ہونے ہی کو ارتداد اور کافر ہونے والے کو مرتد کہتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں لکھتے ہیں کہ فالردة تتجرد عن السب فكذلك تتجرد عن قصد تبديل الدين وارادة التكذيب بالرسالة كما تجرد كفر ابليس عن قصد التكذيب بالربوبية (ص ۳۷۰) یعنی یہ ضروری نہیں کہ نبی کی شان میں سب و شتم کرے یا تبدیل مذہب کرے یا نبوت و رسالت کی تکذیب کرے بغیر اس کے بھی ارتداد کا مستحق ہو سکتا ہے جیسا کہ شیطان کا ارتداد حکم خداوندی کے نہ ماننے کی وجہ سے تھا خدا کی وحدانیت اور ربوبیت کے انکار کا ارادہ بھی نہ تھا۔

اس عبارت سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کفر و ارتداد کیلئے تمام ضروریات دین کا انکار ضروری نہیں بلکہ دین کی کسی ایک قطعی ضروری بات کا انکار بھی ویسا ہی

کفر ہے جیسا کہ تمام ضروریات دین کا انکار کفر ہے، کفر وارتداد کیلئے اسلام یا توحید ورسالت کا انکار ضروری نہیں، اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صرف سب وشتم، توہین اور گستاخی بھی کفر وارتداد کیلئے کافی ہے، سب وشتم اور گستاخی کرنے والا ویسا ہی کافر اور مرتد ہے جیسا کہ علانیہ طور پر مذہب اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب کو اختیار کرنے والا کافر ومرتد ہے۔

ارتداد کے اسباب

یعنی وہ امور جن کی وجہ سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، رسول اللہ کی قلبی تصدیق ہر اس بات میں جس کا ثبوت آپ سے قطعی اور بدیہی طور پر ہو چکا ہو بشرطیکہ اس کے ساتھ اطاعت کا اقرار بھی ہو ایمان واسلام کیلئے ضروری ہے، جب ایمان کیلئے تمام ضروریات دین کا تسلیم کرنا ضروری ہے تو اسی سے معلوم ہوگیا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی انکار کرنا کفر وارتداد کا سبب اور موجب کفر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایمان کے وجود اور تحقق کیلئے تو ان تمام احکام کی تصدیق ضروری ہے جن کا حکم نبوی ہونا قطعاً ویقیناً ثابت ہو چکا، ان سب کو قبول اور تسلیم کرنا ایمان اور اسلام کیلئے ضروری ہے، مگر کفر کیلئے یہ ضروری نہیں کہ تمام احکام شریعت کا انکار کرے بلکہ ایک حکم قطعی بدیہی کا انکار بھی کفر کے تحقق کیلئے

کافی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

(۱) یا ایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوت الشیطن انه لکم عدو مبین ٥ (پ۲ رکوع ۹) اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یعنی اسلام کے تمام احکام کو مانو، بعض احکام اسلامیہ کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا یہ شیطان کی پیروی ہے۔

(۲) افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزی فی الحیوة الدنیا ویوم القیمة یردون الی اشد العذاب (پ۱ رکوع ۱۰) تو کیا مانتے ہو بعض کتاب اور نہیں مانتے بعض کو، سو کوئی سزا اور نہیں اس کی تم میں جو یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جائیں گے سخت سے سخت عذاب میں۔

اس سے واضح ہے کہ کتاب کے ایک حصہ کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا صریح کفر ہے اور اس کی سزا دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب ہے۔

(۳) افکلما جاءکم رسول بما لا تهوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم وفریقا تقتلون ٥ وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم فقلیلا ما یؤمنون ٥ (پ۱ رکوع ۱۱) پھر بھلا کیا جب پاس لایا کوئی

رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تم تکبر کرنے لگے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا دوسری کو قتل کر دیا اور کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے، بلکہ لعنت کی اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

اس آیت میں ایک حکم کے نہ ماننے پر حکم لگایا گیا ہے اور ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت فرمائی ہے۔

(۴) إن الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون أن يفرقوا بين الله ورسله ويقولون نؤمن ببعض ونكفر ببعض ويريدون أن يتخذوا بين ذلك سبيلا ۝ أولئك هم الكافرون حقا وأعتدنا للكافرين عذابا مهينا ۝ (پ ۶ رکوع ۱) جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں کہ ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں بیچ کی راہ، ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا، اللہ پر ایمان لانا اور رسولوں پر نہ لانا اس کو کفر قرار دے کر ایسے لوگوں کے واسطے خبر دی گئی ہے کہ ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۵) والذين آمنوا بالله ورسله ولم يفرقوا بين أحد منهم

سوف يؤتيهم اجورهم وكان الله غفورا رحيما ○ (پ ۶ رکوع ۱)

اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور جدا نہ کیا ان میں سے کسی کو ان کو جلد دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

اس آیت کریمہ میں وضاحت فرمادی گئی کہ ایمان کیلئے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لانا ضروری ہے اور اللہ و رسول میں تفریق کفر ہے جیسا کہ آیت (۳) میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، اسی طرح ایمان کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ رسولوں میں بھی باہم تفریق نہ کی جائے اور اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لایا جائے، اگر ان میں سے کسی پر ایمان لایا گیا اور کسی پر نہ لایا گیا تو وہ مومن اور مسلمان نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر کسی ایک رسول پر بھی ایمان نہ لایا گیا تو اس کا ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے، یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے قرار دیے گئے اور پکے کافر سمجھے گئے (حاشیہ شیخ الاسلام علامہ عثمانیؒ ص ۱۳۱)

مذکورہ بالا آیات کریمات سے واضح ہے کہ ایمان و اسلام کیلئے تمام احکامات اسلامیہ کو تسلیم کرنا ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار اور تسلیم نہ کرنا کفر ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار یا اللہ تعالیٰ کے کسی رسول کا بھی انکار کفر ہے۔ اسی سے

ارتداد کے اسباب کا علم بھی ہو جاتا ہے کہ جن جن احکامات قطعیہ بدیہیہ کا انکار کفر ہے اگر یہ انکار اسلام کے بعد ہوگا تو اسی کا نام ارتداد ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو کفر کے اسباب ہیں وہی ارتداد کے اسباب بھی ہیں، جن وجوہ سے ایک شخص کافر ہوجاتا ہے ان ہی وجوہ واسباب سے مرتد ہوجاتا ہے۔

بارگاہ خداوندی میں گستاخی اور توہین

حق تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کی شان اقدس میں گستاخی کا کلمہ زبان سے نکالنا اور توہین وتنقیص بھی بالاجماع سبب کفر اور موجب ارتداد ہے۔

(۱) قال القاضي ابو الفضل لاخلاف في ان ساب الله تعالى كافر حلال دمه واختلف في استتابته۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ خداوند ذوالجلال کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور واجب القتل ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر یہ شخص توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا میں بھی قبول کی جائے گی کہ نہیں، آخرت میں توبہ قبول ہوگی۔ لیکن کیا اس توبہ کی وجہ سے دنیا میں اس سے قتل ساقط ہوگا یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، جمہور کا قول یہی ہے کہ دنیا میں بھی اس کی توبہ قبول کی جائے گی اور قتل اس سے ساقط ہوگا۔

(۲) علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

لا خلاف في ان ساب الله تعالى بنسبة الكذب والعجز ونحو

[illegible] (ص۳۹۱ ج۲) اس میں کسی کا خلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا اس کی طرف کذب و عجز وغیرہ کی نسبت کرنے کے ساتھ کافر ہے، اس کا خون حلال اور قتل واجب ہے۔

(۳) نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاضؒ میں ہے کہ:

تیسری صدی ہجری کا واقعہ ہے کہ قرطبہ میں ایک شخص نے حق تعالیٰ شانہ کی شان رفیع میں کچھ نازیبا کلمات زبان سے نکالے، شیخ عبدالملک بن حبیب مالکی اور اصبغ بن خلیل کے فتویٰ کے مطابق امیر اندلس عبدالرحمن بن حکم اموی (متوفی ۲۳۸ھ) کے حکم سے وہ شخص قتل کیا گیا اور عبرت کیلئے پھانسی پر لٹکایا گیا (نسیم الریاض ص ۵۸۲ ج ۴)

بارگاہ رسالت میں تنقیص و توہین اور گستاخی کا شرعی حکم

جو شخص حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں ادنیٰ سے ادنیٰ گستاخی کرے وہ بالاجماع کافر اور مرتد ہے۔

(۱) علامہ ابن حزم اندلسی الظاہری اپنی کتاب الفصل میں لکھتے ہیں:

[illegible]

[illegible]

... فهی کسهم ... فهو کفر

(از احسن البیان)

(قرآن کریم کی) تصریح سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا کسی فرشتہ یا نبی یا کسی آیت یا کسی فرض کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرے وہ قطعاً کافر ہے۔

(۲) علامہ قاضی عیاض مالکیؒ فرماتے ہیں اجمع العلماء علی ان شاتم النبیّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم والمتنقص له کافر مرتد لسبّه والوعید الذی مرّ علیه جار علیه لشموله له بعذاب اللّٰه له لقوله تعالی لهم عذاب الیم فی الایة وحکمه عند الامة القتل ومن شک فی کفره وعذابه کفر لان الرضی بالکفر کفر وبتکذیبه القرآن فی قوله تعالی والذین یؤذون رسول اللّٰه لهم عذاب الیم (نسیم الریاض ص ۳۷۳ ج ۴) علماء نے اتفاق کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی بکنے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرنے والا مرتد اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ وعید اس پر جاری ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب کی کی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے کہ ان توہین انبیاء کرنے والوں کیلئے عذاب دردناک ہے اور ایسے توہین کرنے والے کا انجام امت کے نزدیک قتل ہے، جو شخص بھی اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس

ہے کہ کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے، اس لئے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قول کی تکذیب کی والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم (جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کیلئے دردناک عذاب ہے)

(۳) یہودی لوگ ازراہِ تمسخر ذومعنی الفاظ سے آپ کو خطاب کیا کرتے تھے بعض مسلمان بھی ازراہِ ناواقفیت لفظ راعنا کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے لگے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم (پ ۱ رکوع ۱۳) اے ایمان والو لفظ راعنا نہ کہا کرو (جس کے معنی کہ ہماری رعایت فرمادیں، لیکن اس میں دوسرے غلط معنی کا استعمال بھی ہے اس کے بجائے) انظرنا (ہماری طرف نظر کرم فرمائیے) کہا کرو اور توجہ سے سنا کرو اور کافروں کیلئے عذاب دردناک ہے۔

اس آیت مبارکہ میں نبی کریم کی اشارہ کنایہ سے توہین کرنے والوں کو بھی کافر بتاتے ہوئے دردناک عذاب کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

(۴) ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (پ ۲۲ رکوع ۴) بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں لعنت ہے ان پر اللہ کی دنیا اور آخرت میں اور ان کیلئے ذلت والا عذاب تیار کیا ہوا ہے۔

(۵) ومنھم الذین یؤذون النبی ویقولون ھو اذن (پ ۱۰ رکوع ۱۴)

اور ان میں سے بعض لوگ ایذا دیتے ہیں نبی کو اور کہتے ہیں وہ تو کان ہیں۔

(۶) والذین یؤذون رسول اللہ لہم عذاب الیم (پ۱۰ رکوع۱۴)

جو لوگ رسول اللہ کو ایذاء دیتے ہیں ان کیلئے عذاب دردناک ہے۔

ان آیات کریمات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کو چاہے وہ تعریض کے طور پر اشارہ کنایہ سے ہی کیوں نہ ہو کفر قرار دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا خواہ کسی طریقہ سے ہو دنیا اور آخرت میں سبب لعنت اور دردناک ذلت والے عذاب کا موجب قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ولم یجیئ اعداد العذاب المہین فی القرآن الا فی حق الکفار (الصارم ص۵۲) مطلب یہ ہے کہ عذاب مہین، ذلت والا عذاب کی تیاری کا ذکر قرآن کریم میں صرف کفار کے حق میں آیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ ورسول کو ایذاء دینے سے آدمی کافر اور مرتد ہو جاتا ہے کیونکہ اس موذی کیلئے قرآن کی آیت کریمہ میں عذاب مہین کی تیاری کا ذکر آیا ہے اور یہ عذاب کافروں کیلئے ہی تیار کر رکھا ہے۔

(۷) قل اباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستہزءون ○ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (پ۱۰ رکوع۱۴) کیا اللہ (تعالیٰ) سے اور اس کے حکموں سے تم ٹھٹھے کرتے تھے، بہانے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان کو ظاہر کرنے کے بعد۔

مطلب واضح ہے کہ خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور احکام الہیہ کو ہلکا اور خفیف سمجھنا اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر ہی ہو دل سے نہ بھی ہو تو بھی کفر ہے اور ایمان کے بعد کفر ہی کو ارتداد کہتے ہیں، تو مسلمان اگر استہزاء اور دل لگی کا مرتکب ہوگا تو وہ مرتد ہو جائے گا۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے بھی الصارم میں اس آیت کو اس پر نص قرار دیا ہے کہ اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ استہزاء کرنا کفر ہے اور اس آیت میں اس پر بھی دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرنا ہنسی میں بھی کفر ہے (ص ۳۱)

(۸) ومنهم من يلمزك في الصدقات (پ ۱۰ رکوع ۱۴) اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں، لمز کے معنی عیب اور طعن کے ہیں، علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں وذلك يدل على أن كل من لمزه فهو منهم (الصارم ص ۳۳) یہ اس پر دلالت ہے کہ جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیتا اور اذیت پہنچاتا ہے وہ منافقین میں سے ہے۔

(۹) وما كان لكم أن تؤذوا رسول الله ولا أن تنكحوا أزواجه من بعده أبدا إن ذلكم كان عند الله عظيما (پ ۲۲ رکوع ۴) اور تم کو نہیں پہنچتا کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے اس کے پیچھے کبھی، البتہ یہ تمہاری بات اللہ کے یہاں بڑا گناہ ہے۔

مطلب واضح ہے کہ کسی مسلمان کو حق نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات یا بعد وفات کوئی ایسی بات کہے یا کرے جو خفیف سے خفیف درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا سبب بن جائے، لازم ہے کہ مسلمان اپنے محبوب و مقدس پیغمبر کی عظمت شان کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں مبادا غفلت یا تساہل سے کوئی تکلیف دہ حرکت صادر ہو جائے اور دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑے (حاشیہ شیخ الاسلام ص ۱۵۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی پاکیزگی اور ان کے طاہر ہونے کی شہادت خود خدا تعالیٰ دے رہے ہیں، ایسی پاکیزہ اور مطہر ازواج کریمات کے متعلق برائی کا تصور بھی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو جھٹلاتا ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا (پ۲۲ رکوع ۱) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے۔

اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو پاک کرنا چاہے اور وہ پاک نہ ہوں، یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اکمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں، چنانچہ لفظ تطہیر سے اہل بیت کی پاکیزگی اور تطہیر باطنی مراد ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہاں اہل بیت میں ازواج مطہرات

یقیناً داخل ہیں کیونکہ اس آیت سے پہلے اور بعد میں پورے رکوع میں تمام تر خطابات ان ہی سے ہو رہے ہیں، بیوتکن تمہارے گھر کی نسبت بھی پہلے وقرن فی بیوتکن میں اور آگے واذکرن ما یتلی فی بیوتکن میں ان کی طرف کی گئی ہے (از حاشیہ شیخ الاسلام)

ازواج مطہرات اور پاک دامنی پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد ان کی طرف کسی فحشہ کے ارتکاب کی نسبت کرنا سخت ترین جرم ہونے کے علاوہ ایذاء رسول کی بدترین قسم بھی ہے قرآن کریم نے اس پر سخت ترین سزا کا اعلان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہے لولا جاءو علیہ باربعۃ شہداء فاذ لم یاتوا بالشہداء فاولئک عند اللہ ھم الکذبون (پ۱۸ رکوع۸) یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔

صاف لفظوں میں خدائی فیصلہ اس آیت کریمہ میں سنا دیا گیا اور ہمیشہ کیلئے قانون بنا دیا گیا جو شخص تہمت لگا کر چار گواہ چشم دید پیش نہ کر سکے تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جھوٹے ہیں اور خدا کے قانون میں ان کی سزا اسی کوڑے ہیں فرماتے ہیں والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابدا واولئک ھم الفسقون اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں پاک دامنوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاہد تو

مردوں کو اسی کوڑے اور نہ مانو ان کی گواہی وہی لوگ ہیں نافرمان۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خلاف منافقین نے جو طوفان بہتان کا بپا کیا تھا حضرت عائشہؓ کی براءت وطہارت اور نزاہت کے بیان کے سلسلہ کی یہ آیات ہیں لکل امرئ منهم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبره منهم له عذاب عظیم (پ ۱۸ رکوع ۸) ہر آدمی کیلئے ان میں سے وہ ہے جتنا اس نے گناہ کمایا اور جس نے اٹھایا ہے اس کا بڑا بوجھ ان کے واسطے بڑا عذاب ہے۔

یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا مثلاً خوش ہو کر اور خوب مزے لے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے ان سب پر درجہ بدرجہ الزام دیا ہے اور بڑا بوجھ اٹھانے والا منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا اس کیلئے آخرت میں بڑا عذاب ہے (از حاشیہ ص ۸۰۲)

فقہاء اسلام نے اسی وجہ سے قذف عائشہؓ کو قرآن کے مخالف قرار دیتے ہوئے موجب کفر قرار دیا ہے چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالی عنها او انکر صحبة الصدیق او اعتقد الالوهیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولکن لو تاب تقبل توبته (شامی ص ۴۰۶ ج ۳) اس کی تکفیر میں شک نہیں ہے کہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر قذف (تہمت) لگائے یا صدیق (ابوبکر) کے صحابی ہونے یا حضرت علی میں الوہیت

کا اعتقاد کرے یا یہ کہ جبرئیل نے وحی لانے میں غلطی کی یا اس طرح کی کفر صریح مخالف قرآن کا اعتقاد کرے، یقیناً اگر توبہ کرے اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ (پ۱۸ رکوع ۸) جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا ایمان والوں میں ان کیلئے عذاب ہے دردناک دنیا اور آخرت میں۔

دنیا کے عذاب میں حد قذف، رسوائی اور طرح طرح کی سزائیں اور آخرت کے عذاب سے دوزخ کی سزا مراد ہے (حاشیہ شیخ الاسلام)

ازواج مطہرات میں سے کسی کو طعن کرنا اور عیب لگانا آیات قرآنیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے کفر تو ہے ہی ضمناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی طعن کرنا اور عیب لگانا ہے اور یہ دوسرا کفر ہے۔

الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات اولئک مبرءون مما یقولون لھم مغفرۃ ورزق کریم (پ۱۸ رکوع ۹) گندی عورتیں ہیں گندے مردوں کیلئے اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور ستھری عورتیں ہیں ستھرے مردوں کے واسطے اور ستھرے مرد واسطے ستھری عورتوں کے، وہ لوگ بے تعلق ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں، ان کے واسطے بخشش ہے اور روزی ہے عزت کی۔

مطلب واضح ہے کہ پاک اور ستھرے آدمیوں کا ناپاک بدکاروں سے

کیا مطلب؟ حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عباسؓ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کی عورت بدکار نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ ان کی ناموس کی حفاظت کرتا ہے (موضح القرآن بحوالہ حاشیہ شیخ الاسلام)

اب قرآن کریم کے ان واضح ارشادات کے خلاف کسی شخص کا کچھ کہنا اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم کا مقابلہ کرنا ہے کیا ایسا شخص مسلمان رہ سکتا ہے۔اس کے علاوہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو تمام مسلمانوں کی مائیں قرار دیا ہے۔ارشاد ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم نبی مومنین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی ازواج مطہرات ان کی مائیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو ہماری اپنی جانوں کے حق سے بہت زیادہ ہے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی سب مسلمانوں کی مائیں ہیں اور مائیں بھی روحانی اور ظاہر ہے کہ روح کا حق جسم سے بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ جسم فانی اور روح باقی ہے تو ان روحانی ماؤں کا حق جسمانی ماؤں سے بہت زیادہ ہوگا۔

اب غور کیا جائے کہ کیا کوئی شریف آدمی اپنی جسمانی ماں کو گالی دینا یا سننا پسند کریگا اور کیا ان کے بارے میں وہ طرز تحریر اختیار کریگا جو اس زیر بحث کتاب میں اختیار کیا گیا ہے؟ اگر کسی کی ماں کے بارہ میں یہ طرز اختیار کیا جائے

تو کیا اس کو ٹھنڈے دل سے برداشت کر لیا جائے گا یا اس کو سن کر اس کا خون کھول جائے گا اور قابو پانے پر اس دریدہ دہن کے ساتھ کیا کچھ نہیں کریگا؟ تو پھر روحانی ایک ماں کے ساتھ نہیں بلکہ کئی ماؤں (تمام ازواج مطہرات) کے ساتھ یہ گستاخی، بدزبانی کیسے جائز اور قابل برداشت ہو سکتا ہے؟

پھر یہ صرف ہماری مائیں نہیں بلکہ بعض تو اپنے سلسلہ نسب کی جسمانی مائیں بھی ہیں، دوسرے ڈیڑھ ہزار سال کے پچھلے تمام مسلمانوں اور آئندہ قیامت تک آنے والے سب مسلمانوں کی بھی روحانی مائیں ہیں تو اس طرح تمام ازواج مطہرات ہمارے بزرگوں اور ہمارے باپ دادوں اور ماؤں جدی نانیوں کی بھی روحانی مائیں ہوئیں۔ موجودہ اور آنے والے تمام مسلمانوں کی ماؤں کے متعلق فحش گوئی اور گندی زبان استعمال کرنے کی سزا کس قدر سخت ہونی چاہئے اپنے ایمانی جذبات کو سامنے رکھ کر اس کا فیصلہ خود کیجئے، کیونکہ یہ شخص کسی ایک دو کی نہیں اربوں مسلمانوں کی ماؤں کو برا کہہ کر ان سب مسلمانوں کی دل آزاری اور ایمانی جذبات کو مجروح کرنے کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔

اسباب کفر اور موجبات ارتداد کا اجمالی بیان

گذشتہ تفصیل سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ کفر و ارتداد کے متعدد اسباب میں سے ارتداد کا ایک سبب بارگاہ رسالت میں گستاخی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی تو ہین و تنقیص کا ارتکاب کرنا بھی ہے

اور یہ گستاخی اگرچہ صریح لفظوں میں نہ ہو بلکہ اشارہ کنایہ اور تعریض کے طور پر ہی ہو پھر بھی موجب کفر وارتداد ہے۔

قرآن کریم کی واضح الدلالت آیات بینات اور اجماع علماء کرام کی عبارات سے اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ درج ذیل امور کفر وارتداد کے اسباب ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کرنا (۲) اللہ کی آیات سے استہزاء کرنا (۳) ملائکہ کرام سے استہزاء کرنا (۴) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے استہزاء کرنا (۵) قرآن کریم کی کسی آیت کے ساتھ استہزاء کرنا (۶) دین کے کسی قطعی فریضہ کے ساتھ استہزاء کرنا (۷) اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانا (۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگانا اور طعن کرنا (۹) اللہ تعالیٰ کو سب کرنا (ناشائستہ الفاظ سے یاد کرنا) (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرنا گالی بکنا (۱۱) کسی بھی نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی اور عیب لگانا (۱۲) آپ کی شان میں تنقیص کرنا (۱۳) قذف عائشہ صدیقہؓ۔

ان امور میں سے کسی ایک کے ارتکاب سے بھی مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور تمام امت کے علماء کا اجماع ہے کہ مرتد کا قتل واجب ہے۔

مرتد کی شرعی سزا

اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے جو قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قرآن کریم کا فیصلہ

اس قرآنی فیصلہ کو علماء عصر نے اب سے بہت پہلے تفصیلی طور پر لکھا ہے اس لئے اس وقت مختصر طور پر پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

(۱) انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ الآیہ (پ۶ رکوع ۹)

علامہ ابن بطالؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جو مرتد ہوگئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا جیسا کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح فتح الباری وغیرہ دیگر معتبر کتب حدیث وتفسیر میں موجود ہے۔

امام بخاریؒ نے قتل مرتد کے بارہ میں اسی آیت سے استدلال کرنے کیلئے احکام مرتد کے ابواب کو اسی آیت سے شروع فرمایا ہے (بخاری ص ۱۰۰۵ ج ۲) نیز سورۂ مائدہ کی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس آیت میں محاربہ اللہ سے مراد کافر ہونا ہے، فتح الباری میں بحوالہ علامہ ابن بطالؒ اسی کی تائید کی گئی ہے (فتح الباری جزء ۲۸ ص ۳۴۵)

عبدالرزاق نے عن معمر عن قتادہ کی سند سے حدیث عرنیین کا ذکر کیا ہے اس کے آخر میں ہے کہ آیت عرنیین کے بارہ میں نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں بھی اسی کے مثل ہے (فتح الباری ص ۳۴۵ ج ۲۸)

(۲) ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلا ○ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ○ (پ۲۲ ع۵) اور یہ ملعون (اور موذی) جہاں بھی پائے جائیں پکڑے اور خوب اچھی طرح قتل کئے جائیں، خوب قتل کرنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں اور اللہ کی سنت میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ قتلوا باب تفعیل کا صیغہ ہے جو تکثیر اور مبالغہ پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو بے دریغ قتل کرنا واجب ہے۔ قتلوا کے بعد تقتیلا مفعول مطلق ہے اور ائمہ بلاغت نے تصریح کی ہے کہ مفعول مطلق تاکید کیلئے اور مجاز کے احتمال کو دور کرنے کیلئے لایا جاتا ہے مثلاً قتلہ میں احتمال ہے کہ ضرب شدید کو مجازاً قتل سے تعبیر کردیا گیا ہو لیکن اگر قتلہ قتلا کہیں تو مفعول مطلق کے اضافے سے مجاز کا احتمال نہیں رہتا۔ اسی طرح اس آیت شریفہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ تقتیل حقیقی مراد ہے نہ کہ ضرب و شتم (از احسن البیان مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

یایها الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکٰفرین یجاهدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومة لائم الایۃ (پ۶ رکوع۱۲) اے ایمان والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا (تو مرتد ہو کر اپنا ہی نقصان کرے گا) دین

اسلام کو کوئی ضرر نہ ہوگا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان مرتدین کے مقابلہ کیلئے ایسی قوم لائے گا کہ جس کو اللہ محبوب رکھتا ہو اور وہ اللہ کے محب ہوں گے، مسلمانوں کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت اور زبردست ہوں گے، خدا کی راہ میں ان مرتدین سے جہاد کریں گے اور مرتدین کے مقابلہ اور مقاتلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی مذمت سے ہرگز نہ ڈریں گے۔

امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس آیت کے متعلق اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں مفصل کلام فرمایا ہے، ہم اس کا بہت مختصر خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

اس آیت سے دو چیزوں کا بیان کرنا مقصود ہے (۱) ایک تو حادثہ اور فتنہ ارتداد کی خبر دینا مقصود ہے (۲) دوسرے اس فتنہ کے انسداد کی اس تدبیر کا بتلانا مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ نے غیب الغیب میں اس کیلئے مقرر فرمائی ہے تاکہ جس وقت وہ فتنہ نمودار ہو تو دل پریشان نہ ہو، اس کے پیش آنے سے پہلے ہی اس سے باخبر اور واقف ہوں اور اس کے پیش آتے ہی اس کے انسداد کیلئے اسی تدبیر کو اختیار کریں جو حق تعالیٰ نے بتلائی ہے، چنانچہ عرب کے بعض لوگ مرتد ہوگئے، بعض تو اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ گئے، بعض نے اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کی تصدیق کرکے خود کو کافر بنالیا، اور بعض لوگوں نے صرف ایک رکن اسلام زکوٰۃ کا انکار کیا اور کافر ہوگئے اگرچہ دوسرے

تمام عقائد اسلام پر ان کا ایمان تھا، اس فتنہ سے بچنے کی تدبیر دی تھی جس پر صحابہ کرامؓ نے عمل کیا، پہلے حق تعالیٰ جل شانہ نے ابوبکر صدیقؓ کے قلب پر ان مرتدین سے جہاد وقتال کا داعیہ پیدا فرمایا پھر رفتہ رفتہ سب کے قلوب اس طرف مائل ہوگئے اور سب نے حضرت ابوبکرؓ کا جہاد میں ساتھ دیا، جو لوگ مذہب اسلام کو ترک کرکے اپنے قدیم مذہب کی طرف لوٹ گئے تھے ان کے کفر وارتداد میں تو کسی کو شک وشبہ نہیں تھا، اور جن لوگوں نے کسی جھوٹے مدعی نبوت کی نبوت کا اقرار کیا وہ بھی بلاشبہ خارج از اسلام ہوگئے تھے، ان دو قسموں کے کفر وارتداد میں نہ کسی کو اختلاف تھا اور نہ ہی اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش تھی، صرف تیسری قسم مانعین زکوٰۃ کے کفر میں اول اول بعض حضرات کو شبہ ہوا مگر بعد میں ان کو بھی شرح صدر ہوگیا کہ یہ بھی مرتد ہیں اور ان کے ساتھ بھی جہاد فرض ہے (فتح الباری ص ۲۳۳ ج ۱۲)

تنبیہ: صحابہ کرامؓ کے اس اجماعی عمل سے یہ واضح ہوگیا کہ تمام ارکان اسلام کو قبول وتسلیم کرتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص کسی ایک رکن اور قطعی بدیہی امر کا انکار کردے تو اس سے بھی مسلمان نہیں رہتا۔

امام بخاریؒ نے ایک باب قائم فرمایا ہے باب قتل من ابی قبول الفرائض وما نسبوا الی الردۃ جو شخص دین میں سے کسی ایک فریضہ کو بھی قبول نہ کرے تو وہ کافر اور مرتد ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان ہونے کیلئے تو تمام ضروریات دین کو قبول وتسلیم کرنا ضروری ہے مگر کفر وارتداد کیلئے ضروریات دین میں سے کسی

ایک کا انکار بھی کافی ہے کل ضروریات دین کا انکار ضروری نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام تمام ضروریات دین کے مجموعہ پر ایمان کا نام ہے اور مجموعہ کے تحقق کیلئے کل اجزاء دین یعنی تمام ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے، اس مجموعہ میں سے کسی ایک جزء پر بھی اگر ایمان منتفی ہو جائے تو مجموعہ پر سے ایمان کی نفی کا حکم لگا دیا جائے گا کیونکہ جزء کی نفی عقلاً کل کی نفی کو مستلزم ہوتی ہے اور ایک جزء پر ایمان کی نفی سے مجموعہ اور کل پر ایمان کی نفی ہو جاتی ہے اس لئے کہ تمام اجزاء کے وجود کے بغیر کل اور مجموعہ کا تحقق ممکن نہیں ہے، اگر ایک جزء بھی کم ہو گیا تو کل نہیں رہا، خوب سمجھ لیا جائے۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں سے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا ہو گا جو بعض لکھے پڑھے لوگوں کو ہوتا ہے کہ جب ایک شخص تمام ارکان اسلام اور ضروریات دین کو تسلیم و قبول کرتا ہے تو پھر اسلام کے صرف ایک جزء کے انکار سے اس کو اسلام سے کیسے خارج کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ تمام عقلاء کے نزدیک یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ کسی حکومت کا وفادار وہی شخص ہوتا ہے جو حکومت کے تمام قوانین اور اس کے آئین کو تسلیم کرتا ہو، اگر آئین کی ایک دفعہ کو بھی تسلیم نہ کرے تو وہ شخص حکومت کا باغی کہلاتا ہے۔ اسی طرح جو حکم قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے ثابت ہو چکا ہے اور وہ قطعی اور بدیہی ہے تو اس کا انکار بھی کفر ہوگا اگرچہ باقی تمام

قوانین الٰہیہ کو تسلیم کرتا اور ان پر عمل کرتا ہو۔

اوپر گذر چکا ہے کہ شیطان کا کفر وارتداد بھی اسی قسم کا تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کو تسلیم کرتا تھا مگر اس کے ایک حکم قطعی کے انکار کی وجہ سے وہ کافر قرار پایا، اور کان من الکفرین میں اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ کفر وارتداد کیلئے قصد وارادہ کی شرط نہیں ہے، شیطان نے کافر ہونے کا ارادہ نہیں کیا تھا مگر ایک قطعی حکم کے انکار نے اس کو کافر بنا دیا۔ اسی طرح قرن اول میں بھی مانعین زکوٰۃ اور مسیلمہ کذاب کے متبعین نے بھی ملت اسلامیہ کو چھوڑا نہیں تھا صرف اسلام کے ایک قطعی حکم کے انکار سے ہی وہ کافر و مرتد ہو گئے تھے اور ان پر بھی وہی احکام جاری کئے گئے تھے جن کا اجراء اسلام کو چھوڑنے والوں پر کیا گیا تھا۔

حدیث نبوی اور قتل مرتد

قرآن کریم کے فیصلے کے علاوہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مرتد کی سزا قتل ثابت ہے، اس مسئلہ کے ثبوت میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض ایسی احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے جو کتب صحاح احادیث کی درسی کتابوں میں موجود ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من بدل دینہ فاقتلوہ (بخاری شریف ص۱۰۲۳، ابن ماجہ ۱۸۵) جو

شخص اپنے دین (اسلام) کو بدلے اس کو قتل کر ڈالو۔

(۲) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یمن کے والی تھے، ایک مرتبہ ان کے پاس حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن پہنچے تو دیکھا کہ ان کے پاس ایک مرتد قید کر کے لایا گیا ہے جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا تھا، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا بیٹھ جایئے تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لا اجلس حتى يقتل قضاء الله ورسوله ثلاث مرات فامر به فقتل (بخاری شریف ص۱۰۲۳، ج۲) میں نہیں بیٹھوں گا جب تک اس کو قتل نہ کیا جائے، اللہ اور رسول کا فیصلہ یہی ہے، یہ تین مرتبہ فرمایا اس کے بعد قتل کا حکم دے دیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

(۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی ایک جماعت کے متعلق حکم فرمایا فاينما لقيتموهم فاقتلوهم فان في قتلهم اجرا لمن قتلهم يوم القيامة (بخاری ص۱۰۲۴، مسلم) ان کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو اس لئے کہ ان کے قتل کرنے میں قیامت کے دن ثواب ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل ہرگز حلال نہیں مگر تین شخصوں کو قتل کیا جائے گا النفس بالنفس والثيب الزاني والمارق من الدين التارك للجماعة (بخاری ص۱۰۱۶، مسلم) جان کے بدلے جس کی جان لی جائے اور بیاہا ہونے کے

باوجود زنا کرنے والا اور اپنے دین اسلام اور جماعت مسلمین کو چھوڑنے والا۔

واضح رہے کہ المفارق للجماعۃ کا جملہ التارک لدینہ کی تفسیر ہے، مستقل الگ چوتھی جماعت نہیں ہے تا کہ یہ شبہ لازم آئے کہ جن شخصوں کو قتل کیا جاتا ہے ان کی تعداد تین کی بجائے چار ہوگی۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کا قتل اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس سے تین کاموں میں سے کوئی کام سرزد نہ ہو، وہ تین کام یہ ہیں: زنا بعد احصان وکفر بعد اسلام وقتل نفس بغیر نفس (نسائی ص ۱۶۵، ترمذی، ابن ماجہ ص ۱۸۵) بیاہا ہونے کے بعد زنا کرنا اور اسلام کے بعد کافر ہونا، کسی شخص کو بغیر حق کے قتل کرنا۔

(۶) اذا ابق العبد الی الشرک فقد حل دمہ (ابوداؤد عن جریر ص ۲۲۲ ج ۲) جب کوئی اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف بھاگے تو اس کا خون حلال ہے۔

(۷) من جحد اٰیۃ من القراٰن فقد حلّ ضرب عنقہ (ابن ماجہ عن ابن عباس ص ۱۸۵) جو شخص قرآن کی کسی آیت کا انکار کرے اس کی گردن اڑا دینا حلال ہوگیا۔

(۸) من غیر دینہ فاضربوا عنقہ (بخاری ومسلم عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ)

(۹) قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مرتد ہوگئے تھے تو خود آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو قتل کرایا جس کا قصہ اکثر کتب حدیث بخاری وغیرہ میں موجود ہے (بخاری ص ۱۰۰۵)

(۱۰) ابوداؤد میں ایک حدیث حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے منقول ہے جس کا مضمون حضرت علی ﷺ کی منقولہ بالا حدیث کے موافق ہے۔

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی مضمون کی کئی حدیثیں مروی ہیں (نسائی ص ۱۶۵ ج ۲ وغیرہ)

خلفاء راشدین ﷺ اور قتل مرتد

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

صدیق اکبر ﷺ مسیلمہ کذاب کی طرف متوجہ ہوئے جو نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے صحابہ کرام کے اجماع واتفاق سے مرتد قرار دیا گیا تھا، اسی طرح اس کے متبعین پر بھی حکم ارتداد لگایا گیا اور ان سب کے خلاف ایک لشکر حضرت خالد بن ولید ﷺ کی سرکردگی میں اس کی طرف روانہ کیا جس نے مسیلمہ کذاب اور اس کے بہت سے متبعین کو موت کے گھاٹ اتار دیا (فتح الباری)

آپ کے عہد خلافت میں بحرین، عمان وغیرہ میں بھی بعض لوگوں کے مرتد ہونے پر علاء بن الحضرمی، عکرمہ بن ابی جہل، زیاد بن لبید انصاری ﷺ وغیرہ کو بھی ان کے قتل کیلئے بھیجا گیا تھا۔

خلیفہ ثانی فاروق اعظم ؓ

(۱) مذکورالصدر تمام فیصلوں اور واقعات میں فاروق اعظم ؓ بھی صدیق اکبر ؓ کے ساتھ اور شریک مشورہ تھے۔

(۲) فاروق اعظم ؓ نے چند مرتدین کے متعلق فرمایا کہ ان کو تین روز تک اسلام کی طرف بلانا چاہئے، اگر تین روز کے بعد بھی توبہ نہ کریں تو قتل کردیا جائے (شفاء قاضی عیاض)

خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی ؓ

(۱) جو احادیث اوپر نقل کی گئی ہیں ان میں گذر چکا ہے کہ حضرت عثمان ؓ قتل مرتد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھتے تھے اور لوگوں سے اس کی تصدیق کراتے تھے۔

(۲) کنزالعمال میں بحوالہ بیہقی نقل کیا ہے کہ حضرت عثمان ؓ فرماتے ہیں من کفر بعد ایمانه طائعا فانه یقتل (ص ۹۰ ج ۱) جو شخص ایمان کے بعد اپنی خوشی سے کافر ہو جائے اس کو قتل کیا جائے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے ایک مرتبہ اہل عراق کی ایک مرتد جماعت کو گرفتار کیا اور ان کے متعلق مشورہ کیلئے حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں خط بھیجا آپ نے جواب میں تحریر فرمایا اعرض علیهم دین الحق فان قبلوا خل سبیلهم وان لم یقبلوا فاقتلهم (من الکنز) ان پر دین حق پیش کرو

اگر قبول کرلیں تو ان کو چھوڑ دو ورنہ قتل کردو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی طرز عمل بھی تھا کہ مرتد کو تین مرتبہ توبہ کرنے کیلئے فرماتے تھے اگر قبول نہ کرتا تو قتل کردیتے تھے (کنز العمال ص ۷۹ ج ۱)

خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(۱) امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بعض مرتدین کو جلادیا تھا (ص ۱۰۲۳ ج ۲)

(۲) حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بنی ناجیہ کی طرف لشکر بھیجا تو اس میں میں بھی شریک تھا، ہم نے دیکھا کہ ان لوگوں میں بعض لوگ وہ تھے کہ پہلے نصرانیت چھوڑ کر مسلمان ہوگئے تھے اور پھر نصرانیت کی طرف لوٹ گئے (یعنی مرتد ہوگئے) ہمارے امیر نے ان سے کہا کہ اپنے خیال سے توبہ کرو اور پھر مسلمان ہوجاؤ، انہوں نے انکار کیا تو امیر نے ہمیں حکم دیا، ہم سب ان پر ٹوٹ پڑے اور مردوں کو قتل اور بچوں کو گرفتار کرلیا۔

مرتدین کے بارہ میں یہ ان خلفاء راشدین کے طرز عمل کا نمونہ پیش کیا گیا ہے جن کے اقتداء کیلئے تمام امت اسلامیہ کو حکم دیا گیا ہے اور جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کی اقتداء کرو (مشکوۃ شریف)

اور یہ تمام واقعات وہ ہیں جو اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ افضل الناس

بعد از نبی ﷺ کے حکم اور دوسرے خلفائے راشدین کے دور میں پیش آئے اور صحابہ کرام ﷺ کے ہاتھوں ان کا ظہور ہوا، خلفاء راشدین کے دور کے ان واقعات سے ایک طرف تو آیات کریمہ اور احادیث نبویہ کی تفسیر وتعمیل ہو رہی ہے اور دوسری طرف یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اجماعی فتویٰ یہی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں مرتد کی سزا قتل ہے، لاشک فیہ۔

خلفاء راشدین کے بعد

خلفاء راشدین ﷺ کے بعد باقی خلفاء اور امراء اسلام مثل خالد قسری، عبدالملک بن مروان، خلیفہ منصور، خلیفہ مہدی، خلیفہ معتصم باللہ وغیرہ وغیرہ کے زمانہ میں بھی ارتداد کی سزا قتل پر عمل ہوتا رہا ہے، ان واقعات کیلئے فتح الباری، شفاء قاضی عیاض اور تاریخ خلفاء وغیرہ کتب کو ملاحظہ کیا جائے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وفعل ذلك غير واحد من الخلفاء والامراء اشباههم وجمع العلماء على صواب فعلهم (شرح شفاء خفاجی ص ۵۷۶) اور بہت سے خلفاء اور بادشاہوں نے مرتدین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور ان کے زمانہ کے علماء نے ان کے فعل کے موافق شرع ہونے پر اتفاق کیا ہے۔

ائمہ اربعہ اور قتل مرتد

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ

(۱) جامع صغیر مصنفہ امام محمد ص ۲۵۱ پہ ہے یعرض علی المرتد حر کان او عبدا الاسلام فان ابی قتل مرتد پر اسلام پیش کیا جائے خواہ وہ غلام ہو یا آزاد پھر اگر (وہ اسلام) لانے سے انکار کرے تو قتل کر دیا جائے۔

(۲) قال محمد ان شاء الامام اخر المرتد ثلاثا ان طمع فی توبته او سأله عن ذلك المرتد وان لم يطمع فی ذلك و لم یسئله ... فقتله فلا بأس بذلك (موطا امام محمد ص ۲۸۲) امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر امام کو یہ توقع ہو کہ یہ مرتد توبہ کرے گا یا خود مرتد مہلت طلب کرے تو امام کو اختیار ہے تین روز تک اس کے قتل کو مؤخر کر دے اور اگر نہ اس کو توبہ کی توقع ہو اور نہ وہ خود مہلت طلب کرے ایسی صورت میں اگر امام اس کو بلا مہلت دیے قتل کر دے تو مضائقہ نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک مرتد کے معاملہ میں وہی قول قابل عمل ہے جو فاروق اعظم نے فرمایا، یعنی مرتد کو تین روز مہلت دے کر توبہ کی طرف بلایا جائے اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے اس مسئلہ میں ایک روایت تو یہی ہے کہ تین دن مہلت دینے کے بعد توبہ نہ کرنے کی صورت میں قتل کر دیا جائے، دوسری

روایت یہ کہ مرتد کو مہلت ہی نہ دی جائے، اگر وہ فی الحال توبہ نہ کرے فوراً قتل کر دیا جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے کہ مرتد اگر فوری توبہ نہ کرے تو قتل کر دیا جائے (شرح شفاء خفاجی ص ۳۸۴ ج ۴)

قتل مرتد پر علماء امت کا اجماع

کسی مسئلہ پر علماء امت کا اجماع جو کتاب و سنت کی روشنی اور نور تقویٰ اور فراست ایمانی کی چاندنی میں منعقد ہوا ہو یقیناً حجت ہے۔

عام طور پر آج کل کے قوانین حکومت تو کثرت رائے سے ہی طے پاتے ہیں اور کثرت بھی بسا اوقات حقیقی نہیں ہوتی بلکہ فرضی اور مصنوعی ہوتی ہے پھر بھی آج کل کے عقلاء اس کا اعتبار کرتے ہیں اور اس پر حکومتوں کے قیام کی بنیاد اور قوانین کی تعمیر کرتے ہیں، اجماع امت کا درجہ تو کثرت رائے کے مقابلہ میں لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے، یہ کسی مسئلہ پر امت کے علماء اور صلحاء کا اتفاق ہوتا ہے اور اس کی پشت پر کتاب و سنت کے دلائل ہوتے ہیں، تو پھر اس کے حجت اور لائق اعتبار ہونے میں کسی عاقل کو کلام کی کیا گنجائش ہے؟

قتل مرتد کے مسئلہ پر امت کے علماء کا اجماع ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کے علاوہ بعد کے سلاطین اسلام کا طرز عمل بھی

آپ نے اوپر کی تحریر میں ملاحظہ کرلیا اور علماء مجتہدین، فقہائے اسلام کے فتاویٰ اور ان کے اقوال بھی اوپر گذر چکے ہیں، ان سب سے واضح ہے کہ امت مسلمہ کے ہر دور میں اس پر اجماع رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قال ابن دقیق العید: الردۃ سبب لإباحۃ دم المسلم بالإجماع فی الرجل وأما المرأۃ ففیھا خلاف۔ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مرتد ہونا، بالاتفاق مرد کے حق میں سبب ہے خون کے حلال ہونے کا، البتہ عورت کے حق میں قتل میں اختلاف ہے۔

(۲) علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں: وقال شیخنا فی شرح الترمذی وقد أجمع العلماء علی قتل المرتد إذا لم یرجع إلی الإسلام وأصر علی الکفر واختلفوا فی قتل المرتدۃ فذھب أکثر العلماء کالرجل المرتد وقال أبو حنیفۃ لا تقتل المرتدۃ عملا بالنھی عن قتل النساء والصبیان (عینی شرح بخاری ص ۲۱۱ ج ۲۴)

ہمارے شیخ نے شرح ترمذی میں فرمایا ہے علماء نے قتل مرتد پر اجماع فرمایا ہے جبکہ وہ ارتداد پر قائم رہے اور اسلام کی طرف رجوع نہ کرے اور کفر پر مداومت اختیار کرے، اور مرتد عورت کے قتل میں اختلاف ہے اکثر علماء نے مرتد عورت کو بھی مثل مرد کے واجب القتل قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے

ہیں کہ مرتد عورت کو قتل نہ کیا جائے بوجہ عام ہونے قول پیغمبر علیہ السلام کے کہ آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا ہے۔

(۳) شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

قد اتفق الأئمة على أن من ارتد عن الإسلام وجب قتله

(میزان کبریٰ) ائمہ نے اتفاق فرمایا ہے کہ جو شخص اسلام سے پھر جائے تو اس کا قتل واجب ہے۔

کیا قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کی ترقی میں حائل ہے؟

خلافت راشدہ میں مرتدین کا قتل کیا جانا تفسیر وحدیث اور تاریخ کے مسلمات میں سے ہے، لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام کی ترقی کی رفتار خلافت راشدہ کے دور میں جس قدر سریع اور تیز رہی کہ جس سے اقوام عالم آج تک حیران ہیں اس کے بعد اس قدر ترقی اسلام کو کبھی حاصل نہیں ہوئی، اس سے واضح ہے کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کی ترقی میں حائل نہیں رہا، خلافت راشدہ میں بے شمار یہودی، نصرانی اور مجوسی اور مشرکین اسلام کے حلقہ بگوش ہے مگر قتل مرتدین کو دیکھ کر ان میں سے کوئی بھی اسلام سے بدگمان نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ قتل مرتد کا مسئلہ اسلام کو زہریلے جراثیم سے محفوظ رکھنے کیلئے ہے تاکہ ایمانداروں کے ایمان اس کے ارتداد سے مسموم اور متاثر نہ ہو جائیں، اس فتنہ کے انسداد کیلئے پوری قوت کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے۔

(۴) قال الموفق في المغني واجمع اهل العلم على وجوب قتل المرتد وروي ذلك عن ابي بكر وعمر وعثمان ومعاذ وابي موسى وابن عباس وخالد وغيرهم ولم ينكر ذلك فكان اجماعا (۱۰،۷۴ط)

(اعلاء السنن ص۵۶۳ ج۱۲) مرتد کے قتل کے واجب ہونے پر اہل علم کا اجماع ہے، ابوبکر، عمر، عثمان ومعاذ، ابوموسیٰ، ابن عباس، خالد (رضی اللہ عنہم) وغیرہ سے یہ مروی ہے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا۔

قتل مرتد پر بعض شبہات اور ان کے جوابات

بعض لوگوں کو اسلامی تعلیمات اور اس کے اسرار وحکم سے ناواقفیت کی بنا پر اسلامی سزائے ارتداد قتل پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ تو آیت قرآنی لا اکراہ فی الدین (دین میں جبر واکراہ نہیں ہے) کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ کسی شخص کو دین میں جبر واکراہ کے ساتھ داخل نہیں کیا جائے گا اور اسلام لانے پر کسی کو مجبور نہیں کیا جائے گا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اسلام لانے کے بعد اس پر قائم رہنے کیلئے بھی مجبور نہیں کیا جائے گا، اگر کوئی شخص سرے سے ہی اسلام میں داخل نہیں ہوتا تو اس پر کوئی جبر نہیں ہے لیکن اپنی رضا اور خوشی سے اسلام میں داخل ہونے کے بعد پھر اس سے ارتداد اور پھر جانا اسلام کی توہین ہے، جس طرح رعایا بن جانے کے بعد باغی ہو جانے میں حکومت کی توہین ہے اور باغی کی سزا ہر حکومت میں قتل ہے، اگر کوئی شخص سرے

سے اسلام میں داخل نہیں ہوتا اس میں اسلام کی توہین نہیں داخل ہونے کے بعد مرتد ہونے میں سخت توہین اور اسلام کی بدنامی ہے۔ چنانچہ بعض یہودیوں نے اسلام کو اسی طرح بدنام کرنے کی کوشش کی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں اس کا تذکرہ آیا ہے وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (پ۳ع۱۴) یہودیوں کی ایک جماعت نے (بطور چالا کی) یہ کہا کہ کچھ آدمی صبح کے وقت مسلمانوں کی کتاب پر ظاہراً ایمان لے آئیں (اور لوگوں سے یہ کہیں کہ ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی توریت میں بشارت دی گئی ہے) اور منکر ہو جاؤ آخر دن میں۔

اس طرح کی چالاکی سے ضعیف الایمان مسلمانوں کو دھوکہ لگنے اور حقانیت اسلام کے مشتبہ ہونے کا قوی خطرہ ہے اس خطرہ کے پیش نظر بھی انسدادی تدبیر کے طور پر ضعفاء مسلمین کی حفاظت کیلئے مرتد کی سزا سخت تجویز کی گئی ہے تاکہ اسلام کو قبول کرنے والے سوچ سمجھ کر اسلام کو قبول کریں کیونکہ اسلام کے قبول کرنے پر کوئی جبر واکراہ نہیں لا اکراہ فی الدین لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اس سے رجوع کیا گیا تو عبرت ناک سزا کا مستحق ہوگا کہ اسلام کو بازیچۂ اطفال نہیں بنانے دیا جائے گا کہ اسلام میں داخل ہونا اور پھر اس سے نکل جانا کھیل بن کر رہ جائے۔

کیا قتل مرتد کیلئے محاربہ اور سلطنت کا مقابلہ شرط ہے؟

جو احادیث سزائے مرتد کے بارہ میں اوپر نقل کی گئی ہیں ان میں کسی میں بھی محاربہ اور مقابلہ کی شرط کا ذکر نہیں ہے بلکہ عموماً مرتد کے قتل کا اعلان ہے، اس کے بعد جن لوگوں کو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے سزائے ارتداد میں قتل کیا ہے ان میں بھی بعض یقیناً ایسے مرتد تھے جن سے کسی قسم کا ارادہ فساد یا محاربہ ظاہر نہیں ہوا، ان کی سزائے قتل یقیناً ارتداد کی سزا تھی اس میں کسی قسم کے محاربہ یا فساد کو دخل نہیں تھا اس لئے یہ کہنا بالکل غلط اور حقیقت کے خلاف ہے کہ اسلام میں صرف ان ہی مرتدین کے قتل کا حکم ہے جو محاربہ اور سلطنت کے مقابلہ پر آمادہ ہوں۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ ان آیات قرآنیہ کو پیش کرتے ہیں جن میں ارتداد کی سزا فقط لعنت اور حبط اعمال ذکر کی گئی ہے اور اس کے ساتھ قتل کا ذکر نہیں ہے چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت ذیل میں قتل کا ذکر نہیں:

ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون

جو شخص اپنے دین (اسلام) سے پھر گیا پھر کفر کی حالت میں مر گیا اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں بے کار ہوگئے، اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات قرآنیہ کے ساتھ اگر دوسری ان آیات کریمات اور احادیث شریفہ کو بھی پیش نظر رکھا جائے جن میں قتل مرتد کا ذکر ہے اور ان کا کسی قدر اجمالی تذکرہ اس تحریر میں بھی آچکا ہے تو پھر اس شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی، یہ شبہ صرف دوسری قسم کی آیات سے صرف نظر کرنے کا نتیجہ اور افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کا مصداق ہے۔

قرآن کریم میں ایک جگہ قتل عمد پر قصاص کا ذکر نہیں فرمایا گیا بلکہ صرف لعنت اور غضب کا ذکر فرمایا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما (پ ۵ رکوع ۱۰) اور جو شخص قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کیلئے تیار کیا بڑا عذاب۔ باقی رہی دنیوی سزا وہ سورۂ بقرہ رکوع ۲۲ میں گذر چکی۔

جس طرح اس آیت کریمہ میں قتل کا ذکر نہیں کیا گیا مگر دوسری جگہ سے قصاص کا حکم معلوم ہو رہا ہے اس سے اس آیت میں قصاص کا ذکر نہ ہونا اس کی دلیل نہیں ہے کہ قتل عمد میں قصاص کا حکم نہیں ہے اور قاتل پر صرف لعنت اور غضب ہی اس کی سزا ہے بلکہ قتل کی سزا کو دوسری جگہ سے اس لعنت وغضب کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے اور لعنت وغضب کے ساتھ قتل کا حکم بھی دیا گیا ہے، اسی

طرح ان آیات مرتدین کے ساتھ جن میں فقط لعنت اور حبط اعمال کا ذکر ہے ان آیات واحادیث کو بھی شامل کرنا ضروری ہے جن میں قتل مرتد کا ذکر ہے اور لعنت وحبط اعمال کے ساتھ قتل کا حکم لگانا بھی ضروری ہے۔ غرضیکہ بعض آیات میں قتل کا عدم ذکر اور لعنت اور حبط اعمال کا ذکر اس کی دلیل نہیں ہے اور اس سے یہ سمجھ لینا صحیح نہیں ہے کہ مرتد کی اسلامی سزا قتل نہیں ہے۔

حدیث من بدل دینه فاقتلوه کی تشریح

من بدل دینه میں دین سے کون سا دین مراد ہے اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حدیث میں دین سے مراد دین اسلام ہے اس لئے کہ حق دین صرف اسلام ہی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے ان الدین عند الله الاسلام دین اللہ تعالی کے نزدیک صرف اسلام ہے دین اسلام کے علاوہ جتنے دین ہیں وہ مدعی کے اپنے زعم میں دین ہوں تو ہوں مگر درحقیقت اللہ کے نزدیک وہ دین نہیں ہیں۔

اس تخصیص کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اس حدیث کی بعض سندوں میں الفاظ ذیل سے تخریج کی گئی ہے جیسا کہ طبرانی میں عکرمۃ عن ابن عباس سے مرفوعا بیان کیا ہے من خالف دینه دین الاسلام فاضربو عنقه (فتح الباری ص ۲۴۰ ج ۱۲) جو مخالفت کرے اپنے دین یعنی دین اسلام کی اس کی گردن اڑا دو۔ اس میں دینه کے بعد دین الاسلام کا ذکر کرکے بتلا دیا کہ دینه

سے مراد دین اسلام ہے کیونکہ اس میں دین الاسلام کا بطور بدل ذکر کیا گیا ہے۔
نیز اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی
حدیث میں من بدل دینہ فاقتلوہ کے بعد یہ الفاظ ہیں لایقبل اللہ توبۃ
عبد کفر بعد اسلامہ (اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا توبہ اس بندہ کی جو اسلام کے بعد
کفر کرے (فھو حسن وصحیح)

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صریح ہے اس بات میں کہ دین
سے دین اسلام مراد ہے (اعلاء السنن ص ۵۹۳ ج ۱۲) اس لئے کہ یہ جملہ سزائے
ارتداد قتل کیلئے بطور تعلیل کے بیان فرمایا گیا ہے، اس میں اسلام کے بعد کفر
کرنے پر توبہ کی عدم قبولیت کا ذکر ہے تو ظاہر ہے کہ سزائے ارتداد قتل کی علت
اسلام کے بعد کفر ہی ہوگا اور من بدل دینہ میں دین سے مراد دین اسلام ہی
ہوگا، واضح ہوگیا کہ دین سے مراد دین اسلام ہے اور اس کے ترک کرنے پر قتل کی
سزا جاری کرنے کا حکم اس حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ میں دیا گیا ہے۔

ہماری اس تحریر میں بھی حدیث (۵) میں حضرت عثمان سے روایت کے
الفاظ وکفر بعد اسلام ہیں اس سے بھی اچھی طرح وضاحت ہورہی ہے کہ
تبدیلی دین سے مراد اسلام کو بدلنا ہے، اس لئے اگر کوئی شخص یہودیت سے
نصرانیت یا مجوسیت یا مجوسیت وغیرہ کو اختیار کرتا ہے تو اس پر اس سزا کا اطلاق نہیں
ہوگا کیونکہ الکفر ملۃ واحدۃ کے قاعدہ سے وہ سب ایک ہی مذہب پر ہیں،

قرآن کریم نے ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مؤمن (پ۲۸)
(اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا تم میں سے بعض کافر اور بعض مومن ہیں) میں
صرف دو گروہوں کا ذکر فرمایا ہے ایک کو مومن اور مقابلہ میں مختلف مذاہب کے
تمام لوگوں کو کافر قرار دیا ہے قرآن کریم کی نگاہ میں کافر و مومن کی ثنائی تقسیم میں
تمام مذاہب عالم محصور ہیں اور مومن کے مقابلہ میں سب کافر کہلانے کے مستحق
ہیں اگر چہ لغوی اور اصطلاحی طور پر وہ دین کہلاتے ہوں۔

قرآن کریم کی بیان کردہ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد من بدل دینہ فاقتلوہ کا مطلب سمجھنے میں کسی قسم کی
الجھن باقی نہیں رہتی ظاہر ہے کہ متکلم اور آمر (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)
جس دین اسلام پر قائم ہے اور جس کا وہ داعی ہے اسی کے تبدیل کرنے پر ہی وہ
سزا تجویز کرے گا، اور اس کی مراد وہی دین ہوگا جس کو وہ دین سمجھتا ہے، دوسرا
دین جب اس کی نظر میں سرے سے دین ہی کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ اس کے
نزدیک وہ کفر ہے تو وہ اس کے تبدیل کرنے کو جرم کیوں قرار دے گا اور کسی
یہودی کے نصرانیت یا مجوسیت یا بالعکس کسی مذہب کو اختیار کرنے پر سزائے قتل
کیوں تجویز کرے گا؟ ظاہر ہے کہ حدیث کا ایسا مفہوم لینا جو مراد متکلم کے خلاف
ہو کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا بلکہ یہ کلام کی تحریف اور مراد متکلم کو تبدیل کرنے کے
مترادف ہوگا۔

غرضیکہ اس حدیث زیر بحث میں جس دین کے تبدیل کرنے پر سزائے
قتل کا حکم دیا گیا ہے وہ دین یقیناً خاص دین اسلام ہے اس کے بدلنے پر یہ سزا
قتل جاری کی جائے گی۔ دین میں عموم مراد نہیں ہے کہ اسلام اور غیر اسلام کو
شامل ہو اور یہ کہا جائے کہ اس حدیث کے عموم سے تو ہر دین کے بدلنے پر سزائے
قتل کا حکم ثابت ہو رہا ہے کیونکہ شارع علیہ السلام کی نظر میں اسلام کے سوا کوئی
دین دین ہونے کا مستحق ہی نہیں ہے اور اسلام کے سوا جو شخص کسی دوسرے دین کو
اختیار کرے گا وہ اس کے نزدیک قبول نہیں ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا
فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین (پ۳رکوع ۱۷) جو شخص
اسلام کے سوا کسی دین کو چاہے وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت
میں خسارہ میں ہوگا۔

ایک اور شبہ کا جواب

ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ ثبوت ارتداد کے بعد مرتد کو قتل ہی کرنا چاہئے توبہ
کرنے سے بھی اس کا قتل ساقط نہیں ہونا چاہئے تھا جیسا کہ تمام حدود کا یہی حکم
ہے کہ بعد ثبوت کے توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔

جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہی تھا کہ وجوب قتل کے بعد
توبہ سے بھی وہ ساقط نہ ہوتا جیسا کہ باقی حدود کا یہی حکم ہے مگر نصوص کی وجہ سے
اس قیاس پر عمل ترک کر دیا گیا قرآن کریم میں ہے قل للذین کفروا ان

ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف تو کہہ دے کافروں کو کہ اگر وہ باز آجائیں تو
معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
الاسلام يجب ما قبله اسلام مٹا دیتا ہے پہلے کے گناہوں کو، اور یہ ہر کافر کیلئے عام
ہے مرتد بھی اس میں شامل ہے (رسائل ابن عابدین ص ۳۱۹) اور عقلی وجہ اس کی
یہ ہے کہ مرتد کا قتل صرف ارتداد کی وجہ سے نہیں بلکہ ارتداد اور بقاء علی الکفر دونوں
کی وجہ سے ہے قال لان قتل المرتد ليس بمجرد خصوص (الردة) بل لوجوبها
والردة سبقه على الكفر وهما ذات جزئين تنتفي بانتفاء احدهما
فلا تبقى الردة موجبة للقتل وحدها بعد عوده الى الاسلام لان القتل
جزاء الشخصين معا (۳۱۹/۱) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ علت کے دو جزؤں میں
سے اگر ایک جزء بھی منتفی ہو جائے تو علت منتفی ہو جاتی ہے اور اسلام لانے سے
جزء علت منتفی ہو گیا اس سے علت قتل ہی باقی نہیں رہی، اور من بدل دينه فاقتلوه
کا مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ دین کو بدلنے والا رہے اس کو قتل کردو کیونکہ علت
قتل تبدیل دین ہے اس لئے کہ قتل کو تبدیل دین پر معلق کیا گیا ہے، وتعليق
الحكم على الوصف بالشرط او الوصف يجعله علة وعلق في الحديث
على التبديل فاقتضى انه علة الحكم وبالاسلام تزول علة القتل لان
معنى فاقتلوه في مدة مادام مبدلا [illegible] جمهور الائمة
على قبول توبة المرتد ودرء القتل عنه بالاسلام (۳۲۰/۱) مطلب یہ ہے

کہ کسی وصف پر حکم کو معلق کرنے سے اس وصف کا علت ہونا معلوم ہوتا ہے، اس حدیث میں تبدیل دین پر قتل کو معلق کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ تبدیل دین علت قتل ہے اور اسلام قبول کرنے سے قتل کی علت زائل ہو جاتی ہے اس لئے قتل کا حکم بھی نہیں رہتا۔

کیا تبدیل دین کے بعد مرتد کا قتل فوری طور پر واجب ہے؟

فقیرہ میں ف کا تقاضا تو یہی تھا کہ تبدیلی دین کے بعد بغیر مہلت کے فوراً سزائے قتل جاری کرنا واجب ہوتا کیونکہ ف تعقیب بلا مہلت کیلئے آتی اور جزاء کا شرط کے ساتھ اتصال ثابت کرتی ہے، اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوتے کہ جو شخص دین اسلام کو تبدیل کرے اس کو فوراً قتل کر دو، قتل کا وجوب بوجہ امر کے ہے کہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے اور امر اگرچہ حنفیہ کے نزدیک فور کیلئے نہیں آتا مگر اس جگہ فوریت تعقیب کا مفاد ہے جو اتصال جزاء با شرط کو مفید ہے لیکن صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ان کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کو تین دن کی مہلت دینے کی بھی گنجائش ہے، مگر یہ مہلت دینا واجب نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے وعن ابی حنیفة وابی یوسف انہ یستحب ان یؤجله ثلثة ایام طلب ذلك اولم یطلب (ص ۶۰۰ ج ۲) امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے وہ طلب کرے یا نہ کرے۔

وقال محمد في موطئه إن شاء الإمام أخر المرتد ثلاثاً إن طمع في توبته أو سأله عن ذلك المرتد وإن لم يطمع في ذلك ولم يسأله فقتله فلا بأس بذلك (ص ۳۶۹) امام محمدؒ نے موطا میں کہا ہے کہ اگر امام چاہے تو مرتد کو تین دن کی مہلت دیدے اگر اس کو اس کے توبہ کی امید ہو یا مرتد مہلت کا طالب ہو، اور اگر نہ تو توبہ کی امید ہو اور نہ ہی وہ مہلت طلب کرے اور فوراً قتل کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

یہ عبارتیں اس بارہ میں نص صریح ہیں کہ مرتد کو مہلت دینا واجب نہیں ہے اور یہی بات مذہب کی ظاہر الروایۃ کے موافق ہے (اعلاء السنن ص ۵۶۲ ج ۱۷)

مرتد کو بغیر مہلت کے قتل کر دینے کا حکم

اس لئے اگر عرض اسلام کے بغیر مرتد کو قتل کر دیا گیا تو قاتل پر کوئی گناہ نہیں ہے صرف مکروہ تنزیہی اور خلاف مستحب ہے، موطا امام محمد کی مذکورہ عبارت بھی اس پر صاف دلالت کر رہی ہے، اگر کسی شخص نے اس کو حکم حاکم اور مہلت کے بغیر قتل کر دیا تو بھی قاتل پر کچھ تاوان نہیں ہدایہ میں ہے کہ فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب (ص ۶۰۰ ج ۲) اگر اس کو کسی قاتل نے عرض

اسلام سے پہلے قتل کر دیا تو صرف مکروہ ہوا قاتل پر ضمان نہیں، اور مکروہ ہونے کے معنی اس جگہ ترک مستحب کے ہیں اور ضمان کا نہ ہونا اس لئے ہے کہ کفر قتل کا مبیح ہے اور دعوت اسلام ان کو پہلے پہنچی ہوئی ہے اس کے بعد ان پر عرض اسلام واجب نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل اور فیصلوں سے اس کا ثبوت ہو رہا ہے کہ شاتم رسول کو بغیر حکم حاکم کے بھی اگر قتل کر دیا جائے تو اس پر کسی قسم کا تاوان لازم نہیں۔

(۱) ابوداؤد شریف میں ہے:

عن ابن عباس ان اعمی کانت له ام ولد تشتم النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلم وتقع فیه فینهاها فلا تنتهی ویزجرها فلا تنزجر قال فلمّا کانت ذات لیلة جعلت تقع فی النبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم وتشتمه فاخذ المغول فوضعه فی بطنها واتکأ علیها فقتلها فوقع بین رجلیها طفل فلطخت ما هناك بالدم فلما اصبح ذکر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فجمع الناس [illegible] فقال النبی صلی الله علیه وسلم الا اشهدوا ان دمها هدر (ص۲۴۲ ج۲)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ام ولد باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی

کرتی تھی، یہ اس کو روکتا تھا مگر وہ رکتی نہ تھی، یہ اسے ڈانٹتا تھا مگر وہ مانتی نہ تھی، جب ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی اور گالیاں دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ میں رکھ دیا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا، جو کچھ وہاں تھا خون آلودہ ہو گیا، جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ذکر کیا گیا، آپ نے لوگوں کو جمع کیا (پھر اس نابینا نے کھڑے ہو کر سارا واقعہ سنایا) اور فرمایا لوگو! گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔

(۲) اس باندی کے واقعہ کے علاوہ ایک یہودیہ شاتمۂ رسول کا گلا گھونٹ کر مارنے والے کا خون آپ نے معاف فرما دیا (ابوداؤد ص ۲۴۲)

(۳) کعب بن اشرف یہودی کے قتل کا تفصیلی واقعہ بخاری شریف (ص ۵۷۶ ج ۲) میں ہے۔

(۴) اور ابو رافع یہودی کے قتل کا واقعہ بخاری شریف (ص ۵۷۷ ج ۲) میں ہے۔

(۵) ابن خطل کے قتل کا واقعہ بخاری شریف (ص ۲۱۴) میں موجود ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد

(۶) ابوداؤد شریف ص ۲۴۲ ج ۲ میں ہے کہ ابو برزہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں میں حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس تھا وہ کسی شخص پر ناراض ہوئے

اس نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو سخت بات کہی میں نے اس کے قتل کی اجازت مانگی حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا لا واللّٰہ ما کان لبشر بعد محمد علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد

(۷) حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے پر کوڑے مارنے کی سزا کا ذکر آیا ہے قتل کی سزا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا یا گالی پر ہے، چنانچہ الصارم المسلول میں ہے کہ عن مجاهد قال اتی عمر برجل سب النبی صلی الله علیه وسلم فقتله ثم قال عمر من سب الله او سب احدا من الانبیاء فاقتلوه (ص ۴۱۹) حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کو یا انبیاء میں سے کسی کو برا کہے اسے قتل کر دو۔

ایسے تمام واقعات اور فیصلوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور سب وشتم کرنے کی سزا قتل ہے اور یہ سزا بغیر مقدمہ چلائے بھی جاری کی جا سکتی ہے اور حکم حاکم کے بغیر بھی اگر کوئی شخص شاتم رسول کو قتل کر دے تو قاتل پر کچھ سزا نہیں ہے البتہ بہتر یہی ہے کہ

مسلمان حاکم وقت کی عدالت میں باقاعدہ مقدمہ چلایا جائے اور اس کو توبہ کی مہلت دے اگر توبہ نہ کرے تو قتل کر دے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کے بارہ میں گذشتہ عبارات کے علاوہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ کا فیصلہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

(۱) ایما رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالی وبانت منہ امرأتہ فان تاب والا قتل (کتاب الخراج بحوالہ شامی ص ۳۰۴ ج ۳) جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی یا آپ کو جھٹلایا یا آپ پر کوئی عیب لگایا یا آپ کی تنقیص کی تو اس نے بلاشبہ اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی عورت اس سے جدا ہوگئی۔

(۲) خلیفہ ہارون رشید نے امام مالکؒ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا اور یہ بھی کہا کہ بعض علماء عراق نے کوڑے مارنے کا فتویٰ دیا ہے جو شریعت میں قذف یعنی تہمت لگانے کی سزا ہے، امام مالکؒ اس سزا کو سنتے ہی برہم ہوگئے اور نہایت غصہ کے لہجہ میں یہ فرمایا ما بقاء الامۃ بعد شتم نبیہا من شتم الانبیاء قتل و من شتم اصحاب النبی جلد اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے نبی پر گالیاں

دی جا رہی ہوں، جو شخص انبیائے کرام کو گالیاں دے اس کو قتل کیا جائے اور جو شخص صحابہ کو گالیاں دے اس کو تعزیری کوڑے لگائے جائیں۔

علامہ خفاجی اس کی شرح میں فرماتے ہیں ولا یحل لاحد سمعہ الا قتل قائلہ وبذل روحہ فی جہادہ (نسیم الریاض ص ۳۹۹) کسی کے روا نہیں کہ نبی کی شان میں گستاخی سنے بجز اس کے کہ یا تو اس گستاخ کی جان لے لے یا اپنی جان خدا کی راہ میں دے دے۔

اور علامہ شامی شاتم رسول کے کفر اور مباح الدم ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کرنے میں فرماتے ہیں لا شک ولا شبہۃ فی کفر شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی استباحۃ قتلہ وھو المنقول عن الائمۃ الاربعۃ وانما الخلاف فی قبول توبتہ اذا اسلم فعندنا وھو المشہور عند الشافعیۃ القبول وعند المالکیۃ والحنابلۃ عدمہ بناء علی ان قتلہ حد لا (شامی ص ۲۰۶ ج ۳) شاتم رسول کے کفر اور قتل کے جائز ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، چاروں اماموں سے یہی منقول ہے، خلاف صرف اسلام کے بعد اس کی توبہ قبول ہونے میں ہے، ہمارے نزدیک قبول ہے اور یہی شافعیہ کے نزدیک مشہور ہے، اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک قبول نہیں، اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ شاتم رسول کا قتل حد ہے یا نہیں۔

غرضیکہ تمام علمائے کرام اور فقہائے اسلام کا شاتم رسول کے قتل پر اتفاق

اور اجماع ہے، قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

استفتاء کے نمبروار جوابات

گذشتہ تفصیلات سے استفتاء کے جوابات بھی حاصل ہو جاتے ہیں مگر وضاحت کیلئے تصریح کے ساتھ بھی نمبروار جوابات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) شاتم رسول رشدی کے جرم کی اسلامی فقہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی میں کیا تعریف ہے؟ یعنی رشدی مرتد ہے، زندیق یا دونوں کا اس پر اطلاق ہوتا ہے؟

جواب: یہ شخص اپنے ان گستاخانہ اور سب وشتم پر مشتمل اقوال کی بناء پر جو استفتاء میں درج ہیں مرتد ہے مگر چونکہ دعویٰ اسلام کا بھی کرتا ہے اس لئے زندیق بھی ہے۔

اقوال مندرجہ استفتاء (۱) صریح طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ''حرامی'' کہہ کر ایک نبی کی شان میں گالی دی گئی اور گستاخی کی گئی ہے (۹۵) (۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتک آمیز نام ''مہوند'' کہہ کر گستاخی کے ساتھ پکارا گیا ہے (۳) ''بیوی کی وفات کے بعد مہوند کوئی فرشتہ نہیں رہا آپ میرا مطلب خود ہی سمجھ لیجئے'' کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت بھی لگا رہا ہے (۴) ''پھر جو وحی آتی تھی'' اس کو کہہ کر وحی وکلام الٰہی نہ سمجھ بلکہ اس کو آپ کی غرض کا تابع بنا دیا (۵) اور مسلمانوں کے خدا کو کاروباری تاجر کہا

خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتا ہے (۶) اس طرح اسلامی شریعت کو ہر ذلیل سے ذلیل چیز میں گھسی ہوئی کہہ کر اسلامی شریعت اور وحی کی توہین کی گئی ہے (۷) ''اغلام بازی اور مجامعت'' الخ کہہ کر حضرت جبریل امین کی گستاخی اور توہین کے ساتھ (۸) گویا قرآن کے وحی الٰہی ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔

ان سب باتوں کے خلاف اسلام اور کفر ہونے میں کسی ادنیٰ مسلمان کو بھی شک نہیں ہو سکتا، اور جو شخص پہلے مسلمان تھا وہ ان کفریہ اقوال کی وجہ سے یقیناً خارج از اسلام اور مرتد ہو جاتا ہے۔

(۲) رشدی کے جرم کی شریعت نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

جواب: ہماری اس تحریر سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث، نیز صحابہ کرام کے طرز عمل اور ائمہ مجتہدین، فقہائے اسلام کے فیصلوں کی رو سے مرتد کی سزا شریعت میں قتل مقرر کی گئی ہے۔

(۳) شریعت کے مطابق جاری کردہ سزا کیسے نافذ کی جائے گی؟ کونسے ادارے یا افراد سزا کو نافذ کرنے کے ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے؟

جواب: یہ ہر مسلمہ حکومت کا فرض منصبی ہے کہ وہ اس شرعی سزا کو جاری اور نافذ کرے، لیکن اگر وہ نہ کرے تو پھر جس کو بھی یہ قدرت حاصل ہو وہ کر گذرے۔

حدیث شریف میں ہے من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ (مسلم شریف ص ۵۱ ج ۱) جو شخص کوئی برائی

دیکھے وہ اس کو ہاتھ سے بدل دے، اگر طاقت نہ ہو تو زبان سے ورنہ پھر دل سے
برا سمجھے۔

(۴) کیا اسلامی شرعی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر اور صفائی کا موقع دیے بغیر رشدی جیسے کھلم کھلا اور خود اقراری شاتم رسول (جو کہ بار بار ٹیلیویژن وغیرہ پر توہین آمیز کلمات دہراتے ہوئے یہاں تک کہہ چکا ہے کہ کاش میں نے اس سے بھی سخت تنقیدی کتاب لکھی ہوتی) کے خلاف اسلامی سزا نافذ کی جا سکتی ہے؟

جواب: جس کو قدرت ہو وہ فوراً سزا جاری کرے اور اگر قدرت نہ ہو تو قانونی چارہ جوئی کرنی اور اس کو سزا دلوانے کی پوری کوشش کرنی فرض ہے، بغیر مقدمہ چلائے بھی ایسے گستاخوں کو سزا دی گئی ہے، اوپر کی تحریر میں ایسے واقعات حدیث کے حوالے سے نقل کئے گئے ہیں ان کو ملاحظہ کیا جائے۔

(۵) رشدی کیلئے معافی اور تلافی کی کیا صورت ہے؟ کیا کسی طرح وہ دنیاوی سزا سے بچ سکتا ہے؟

جواب: اگر صحیح طریقہ پر سچی توبہ کرلے تو فقہائے اسلام کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کی وجہ سے دنیاوی سزا سے بچ سکتا ہے یا نہیں، بہت سے فقہائے اسلام نے اس کی توبہ کو سزا کے حق میں قبول نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۶) کیا پبلیشرز پنگوئین اور دیگر ملوث اداروں کے ساتھ مسلمانوں کو کسی قسم کا کاروبار جائز ہے؟

جواب: قرآن کریم میں حکم ہے وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (پ٦ع٥)

جب اس کتاب کے مندرجات خلاف اسلام اور موجب ارتداد ہیں تو پھر کسی کا ان اداروں کے ساتھ تعاون کیسے جائز ہوسکتا ہے جو ایسی ناجائز اور حرام مندرجات پر مشتمل کتاب کی اشاعت کررہے ہوں یا اس میں کسی طرح کی اعانت کررہے ہوں؟ کیونکہ اس طرح یہ بھی تعاون علی الاثم والعدوان کے جرم میں شریک ہوکر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونگے۔

(۷) رشدی کی حمایت اور اس کی کتاب کو سراہنے والے مسلمانوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ظاہر ہے کہ کفر کی حمایت واعانت کفر ہے اس لئے اپنی استطاعت کے مطابق اس کے خلاف جدوجہد اور سعی وکوشش کرنی ضروری ہے جیسا کہ اوپر کی حدیث من رای منکم منکرا میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

مسئلہ:

جرم ارتداد کی شناعت وقباحت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اگر مرتد حرم مکہ میں بھی پناہ لے تو اس کو وہاں بھی پناہ نہیں دی جاتی بلکہ حرم میں ہی قتل کردیا جاتا ہے حالانکہ حرم مکہ جائے امن ہے مگر مرتد کا جرم اس درجہ قبیح اور شنیع ہے اس کو اس جائے امن میں بھی پناہ حاصل نہیں ہوسکتی۔

واما ما ذكره في النتف من انه لو ارتد ثم لجأ الى الحرم يعرض عليه الاسلام فان ابى قتل فهو مخالف بظاهره لاطلاق غيره انه لايقتل في الحرم عندنا الا انّ كلام غيره قابل للتخصيص والتقييد ولعلّه جعل اباء المرتد عن الاسلام جناية في الحرم وهو الظاهر والله اعلم (المسلك المتقسط لمولانا علی القاری رحمه الله ص ۲۶۱، شامی ص ۳۵۱ ج ۲)

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے فتنوں سے محفوظ رکھیں اور اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنے کی توفیق بخشیں، آمین۔

فقط

والله اعلم بالصواب واليه المرجع والماب في كل باب

كتبه الاحقر السيّد عبد الشّكور التّرمذى

المدرسة العربية الحقانية ساهيوال سرگودها

۲۳/ محرم الحرام ۱٤۱۰ھ